Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Non-Muslim Subjects in the Ottoman Caliphate: An Analytical Study of Religious and Social Status

خلافتِ عثمانیہ اور غیر مسلم رعایا: مذہبی و سماجی حیثیت کا جائزہ

Authors Details

1. Dr. Asma Aziz *(Corresponding Author)*
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College Women University, Faisalabad (GCWUF), Pakistan. asmaaziz@gcwuf.edu.pk

2. Umme Aymen
Visiting Lecturer, Department of Islamic Studies, Government College Women University, Faisalabad (GCWUF), Pakistan.

3. Hafsa Maqsood
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Government College Women University, Faisalabad (GCWUF), Pakistan.

Citation

Aziz, Dr. Asma, Umme Aymen, and Hafsa Maqsood."Non-Muslim Subjects in the Ottoman Caliphate: An Analytical Study of Religious and Social Status"."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.2, April–June (2025): 612–627.

Submission Timeline

Received: Mar 16, 2025
Revised: April 03, 2025
Accepted: April 20, 2025
Published Online: May 11, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

Non-Muslim Subjects in the Ottoman Caliphate:
An Analytical Study of Religious and Social Status

خلافتِ عثمانیہ اور غیر مسلم رعایا: مذہبی و سماجی حیثیت کا جائزہ

☆ ڈاکٹر اسماء عزیز　☆ ام ایمن　☆ حفصہ مقصود

Abstract

The Ottoman Caliphate (1299–1924), one of the most enduring and influential Islamic empires, governed vast territories across Asia, Europe, and Africa for over six centuries. Among its many unique administrative features was the treatment of non-Muslim subjects, including Christians, Jews, and other minorities. This article examines the Ottoman approach to managing religious diversity, with a focus on the legal, social, and religious status of non-Muslims under Islamic governance. Central to this system was the *Millet* system, which granted non-Muslim communities the right to govern their internal affairs—particularly in matters of personal law and religion—through their own leaders, under the overarching authority of the Caliphate. While some obligations like the *Jizya* tax and limitations on religious expression were imposed, these were part of a legal framework grounded in Islamic jurisprudence, designed to ensure protection, rights, and peaceful coexistence. The article highlights how non-Muslims enjoyed considerable autonomy, and in many respects, greater tolerance compared to contemporary Christian Europe. Ottoman rulers, particularly during the empire's peak, demonstrated pragmatism and flexibility in dealing with religious diversity, aiming to maintain social order and political stability. This research further discusses the challenges faced by minority communities, including social discrimination and administrative limitations, especially during the later decline of the empire. Overall, the article presents a balanced analysis of how the Ottoman state managed non-Muslim populations, offering insights into Islamic governance, interfaith coexistence, and minority rights in a historical context.

Keywords: Ottoman Caliphate, Non-Muslim Subjects, Millet System, Jizya, Religious Freedom

تعارف موضوع

خلافتِ عثمانیہ (1299–1924) نے دنیا کی ایک طویل المدت اور وسیع ترین سلطنت کے طور پر چھ صدیوں تک حکومت کی۔ خلافتِ عثمانیہ اسلامی تاریخ کی ایک ممتاز اور طویل المدت سلطنت تھی، جس کی بنیاد 1299ء میں ترک قبائلی سردار عثمانغازی نے رکھی۔ یہ خلافت اسلامی دنیا میں خلافتِ عباسیہ کے زوال کے بعد ایک مضبوط مرکزی حکومت کے طور پر ابھری، جو بالآخر تین براعظموں ایشیا، یورپ، اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر محیط ہو گئی۔ خلافتِ عثمانیہ نے نہ صرف مسلمانوں کو ایک سیاسی و مذہبی قیادت فراہم کی بلکہ اسلامی تمدن، علم و فن، عدل و انصاف، اور

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔
☆ وِزٹنگ لیکچرار، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔
☆ ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

ثقافتی ہم آہنگی کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ 1453ء میں قسطنطنیہ کی فتح نے خلافتِ عثمانیہ کو ایک عالمی طاقت میں بدل دیا اور سلطان محمد فاتح نے بازنطینی سلطنت کا خاتمہ کر کے خلافت کو استحکام بخشا۔ عثمانی خلفاء نے نہ صرف اسلامی تعلیمات کی ترویج کی بلکہ مدارس، مساجد، کتب خانے، ہسپتال اور دیگر رفاہی ادارے قائم کر کے اسلامی فلاحی ریاست کی عملی تصویر پیش کی۔ اس خلافت نے سن 1517ء میں مصر فتح کر کے خلافتِ عباسیہ کے رسمی خاتمے کے بعد خود کو اسلامی دنیا کی واحد شرعی خلافت کے طور پر منوایا۔ خلافتِ عثمانیہ کا نظام حکومت شریعتِ اسلامیہ، مشاورت، فوجی طاقت، اور مرکزیت پر مبنی تھا، اور اس نے یورپ کے نوآبادیاتی عزائم کے مقابلے میں مسلمانوں کی خودمختاری کا دفاع کیا۔ اگرچہ 19ویں صدی میں یہ خلافت زوال پذیر ہوئی، تاہم اس نے مسلمانوں کے اتحاد، ثقافتی شناخت، اور عالمی اثر و رسوخ کی جو مثال قائم کی، وہ آج بھی تاریخِ اسلام کا قابلِ فخر باب ہے۔ خلافت کا رسمی اختتام 3 مارچ 1924ء کو مصطفیٰ کمال اتاترک کے ہاتھوں ہوا، جس کے بعد مسلم دنیا میں ایک مرکزی قیادت کا خلا ختم ہو گیا۔ عثمانی خلافت کا دائرہ کار اس قدر وسیع تھا کہ اسے بجا طور پر "اسلامی دنیا کی آخری عظیم خلافت" کہا جا سکتا ہے۔[1]

اس سلطنت کی ایک نمایاں خصوصیت اس میں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کے ساتھ اس کا رویہ تھا۔ عثمانی حکمرانوں نے اسلامی اصولوں کے تحت غیر مسلم رعایا (ذمیوں) کے ساتھ عمومی طور پر عدل، رواداری اور تعاون پر مبنی رویہ اپنایا۔[2]

1. ملت سسٹم (Millet System)

جب خلافتِ عثمانیہ نے قسطنطنیہ، عرب، بلقان اور مشرقی یورپ کے وسیع علاقوں کو زیرِ نگیں کیا، تو وہاں مختلف مذاہب، قوموں اور تہذیبوں کے پیروکار آباد تھے، جن میں عیسائی، یہودی، آرمینی، یونانی اور دیگر مذہبی اقلیتیں شامل تھیں۔ ان سب کو ریاستی نظام میں ہم آہنگ کرنے کے لیے "ملت سسٹم" متعارف کروایا گیا، جو دراصل ایک ایسا انتظامی اور مذہبی خودمختار نظام تھا جس کے تحت اقلیتیں اپنے داخلی امور میں آزاد تھیں۔ پروفیسر ہیٹی کے مطابق یہ ملتیں دو بنیادی اقسام پر مشتمل تھیں: ایک مسلم ملت اور دوسری غیر مسلم، جنہیں "رعایا" کہا جاتا تھا، جیسے یونانی آرتھوڈوکس، جو سرکاری معاملات میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ یہ ملتیں نہ صرف مذہبی فرائض سرانجام دیتی تھیں بلکہ پیدائش، وفات، نکاح اور وصیت جیسے شخصی معاملات کا اندراج بھی خود کرتی تھیں۔ اگر کسی مقدمے کے دونوں فریق اسی ملت سے تعلق رکھتے، تو ان کے دیوانی امور کا فیصلہ ان ہی کی مذہبی عدالتیں کرتیں۔ اس کے علاوہ، یہ ملتیں اپنے پیروکاروں سے ٹیکس بھی جمع کرتی تھیں۔ خلافتِ عثمانیہ نے ان ذمہ داریوں کو باقاعدہ طور پر ان ملتوں کے حوالے کر دیا تھا اور ضرورت پڑنے پر انہیں فوجی تعاون بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ ان میں سب سے نمایاں "ملتِ روم" تھی، جس میں وہ تمام عیسائی شامل تھے جو مشرقی یا یونانی کلیسا سے وابستہ تھے، چاہے وہ خلافت کے کسی بھی خطے میں آباد ہوں اور ان کی زبان کچھ بھی ہو۔ اس ملت کی سربراہی "بطریقِ قسطنطنیہ" کے ہاتھ میں تھی، جسے خلافتِ عثمانیہ کے عروج کے دور میں وہ اختیارات حاصل تھے جو کبھی بازنطینی سلطنت میں کسی اعلیٰ افسر کو بھی حاصل نہ تھے۔ یہ افراد نو سو سال پرانے "جسٹینین کوڈ" کے مطابق اپنے معاملات چلاتے تھے، جو بازنطینی دور سے رائج تھا۔ آرتھوڈوکس عیسائی، جو خلافت کی سب سے بڑی اقلیت تھے، کو تجارت اور سیاست کے میدان میں خاصی آزادی حاصل تھی۔[3]

ملت روم کے علاوہ چند ملتیں اور بھی تھیں مثلاً ملت آرمنی جو قسطنطنیہ کے گریگوری بطریق کے ماتحت تھی، ملت یہود جس کا افسر ربی اعظم تھا، اور رومن کیتھولک عیسائیوں کا فرقہ جو یورپ کے ایک نمائندہ کے ماتحت تھا۔ سلطنت میں ایسے بہت سے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ آباد

---

[1] Shaw, Stanford J. *History of the Ottoman Empire and Modern Turkey*. Vol. 1. Cambridge: Cambridge University Press, 1398 AH/1976, 300.

[2] Ágoston, Gábor, and Bruce Masters. *Encyclopedia of the Ottoman Empire*. New York: Facts On File, 1430 AH/2009.

[3] İçduygu, Ahmet, Şule Toktaş, and B. Ali Soner. “The Politics of Population in a Nation-Building Process: Emigration of Non-Muslims from Turkey.” *Ethnic and Racial Studies* 31, no. 2 (February 1, 2008): 358–89. https://doi.org/10.1080/01419870701491937.

تھے، جو سلطان کی رعایا نہ تھے، بلکہ مغربی طاقتوں مثلاً وینس، فرانس، ہالینڈ اور انگلستان کی رعایا تھے، یہ تجارت کی غرض سے آئے تھے اور یہیں مقیم ہو گئے تھے، انھیں بھی حکومت عثمانیہ کی طرف سے ان کی سفیروں اور قنصلوں کے ماتحت اسی قسم کے اختیارات دیدئے گئے تھے، جس قسم کے ملتوں کو حاصل تھے، اور یہ غیر ملکی باشندے بھی عیسائی رعایا کی طرح اپنے معاملات کا انتظام خود ہی کرتے تھے، عثمانی ترکوں نے تقریباً کل تجارت عیسائیوں کے ہاتھ میں چھوڑ رکھی تھی۔[4]

1.1 ملت کا مفہوم

"ملت" کا لغوی مطلب "قوم" یا "مذہبی جماعت" ہے[5]۔ خلافتِ عثمانیہ میں ملت سے مراد وہ مذہبی اقلیتیں تھیں جنہیں ریاست کے اندر اپنے مذہبی، عدالتی اور سماجی معاملات کو خود چلانے کی اجازت دی گئی تھی، بشرطیکہ وہ خلافتِ عثمانیہ کے سیاسی اقتدار کو تسلیم کریں اور ریاستی قوانین کی خلاف ورزی نہ کریں۔[6]

1.2 ملت سسٹم کی بنیادیں

اسلامی تعلیمات: اسلام نے "**لا اکراہ فی الدین**" اور "**لکم دینکم ولی دین**" جیسے اصولوں کے تحت غیر مسلموں کو مذہبی آزادی دی۔ عثمانیوں نے انہی اصولوں کی روشنی میں ملت سسٹم کو قانونی شکل دی۔

سیاسی حکمتِ عملی: خلافتِ عثمانیہ ایک وسیع سلطنت تھی جہاں کئی قومیں آباد تھیں، جنہیں بزورِ طاقت مسلمان بنانا نہ ممکن تھا اور نہ شرعاً جائز۔ اس لیے ملت سسٹم کے ذریعے ایک پرامن بقائے باہمی کا ماحول پیدا کیا گیا۔

1.3 ملت سسٹم کی حیثیت

ہر ملت کو ایک روحانی رہنما (جیسے عیسائیوں کے لیے پادری یا یہودیوں کے لیے ربی) کے تحت جزوی خود مختاری حاصل ہوتی تھی۔ یہ رہنما خلافت کے ساتھ رابطے میں ہوتے اور اپنے پیروکاروں کے نکاح و طلاق، وراثت و املاک، مذہبی عبادات، تعلیمی نصاب اور داخلی تنازعات کے معاملات کو خود حل کرتے۔ ملتوں کو اپنی عبادت گاہیں، عدالتیں، مدارس، اور خیراتی ادارے قائم کرنے کی آزادی تھی۔[7]

1.4 ملتوں کے ریاست کے ساتھ تعلقات

ملتیں، خلافتِ عثمانیہ کی **وفادار رعایا** شمار ہوتی تھیں اور ریاست کو **جزیہ** ادا کرتی تھیں، جنگ میں عام طور پر شامل نہیں کی جاتی تھیں، اپنے مسائل میں عثمانی عدالت کے بجائے اپنی ملت عدالت سے رجوع کرتی تھیں اور خلیفہ یا سلطان ان ملتوں کے سربراہان سے مشاورت کرتا اور انہیں ریاستی سطح پر تحفظ فراہم کرتا تھا۔

1.5 ملت سسٹم کے فوائد

ملت کے نظام سے دیگر اقوام کو مذہبی آزادی کا تحفظ حاصل ہوا۔ معاشرہ میں سماجی ہم آہنگی اور استحکام کی فضا قائم ہوئی۔ اقلیتوں کو ریاست پر اعتماد حاصل ہوا۔ داخلی بغاوتوں سے بچاؤ ممکن ہوا۔ اور اسلامی تعلیمات کا عملی نفاذ عمل میں آیا۔

---

4 Benton, Lauren. *Law and Colonial Cultures: Legal Regimes in World History, 1400–1900*. Cambridge: Cambridge University Press, 1422 AH/2001, 109–10.

5 *The Encyclopedia of Islam*. Vol. 3. Leiden: Brill, 1355 AH/1936, 497–98.

6 *The Encyclopedia of Islam*, 3: 498, s.v. "Millet."

7 Masters, Bruce. *Christians and Jews in the Ottoman Arab World: The Roots of Sectarianism*. Cambridge: Cambridge University Press, 1422 AH/2001.

2. جزیہ: اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے ایک منصفانہ نظام

اسلامی شریعت میں "جزیہ" ایک ایسا مالی معاہدہ ہے جو غیر مسلم شہریوں (اہلِ کتاب و ذمی) سے لیا جاتا ہے، تاکہ وہ اسلامی ریاست میں تحفظ، مذہبی آزادی، اور سماجی حقوق کے ساتھ رہ سکیں۔ جزیہ کا مقصد غیر مسلم رعایا پر ظلم یا دباؤ ڈالنا نہیں، بلکہ انہیں ایک معاہداتی شہری کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے تحفظ، مذہبی امور کی آزادی، اور ریاستی خدمات سے استفادہ کا موقع دینا ہے۔ جزیہ کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے، اور اس کی عملی تطبیق خلافتِ راشدہ، خلافتِ امویہ، عباسیہ اور خصوصاً خلافتِ عثمانیہ میں بڑی حکمت و عدل کے ساتھ کی گئی۔

2.1 جزیہ کی قرآنی بنیاد

قرآنِ مجید میں سورۃ التوبہ میں فرمایا گیا ہے کہ

"قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ... مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ[8]"

یہ آیت جزیہ کی مشروعیت کی اصل دلیل ہے، جس میں اہلِ کتاب سے جزیہ لینے کی اجازت دی گئی ہے، بشرطیکہ وہ اسلامی ریاست کے سیاسی نظم کو تسلیم کریں اور پرامن شہری کے طور پر زندگی بسر کریں۔

2.2 جزیہ کا مقصد اور فلسفہ

* تحفظ کی قیمت: چونکہ غیر مسلم شہری ریاست کی افواج میں شامل نہیں ہوتے، اس لیے ان کی جان، مال اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ داری ریاست پر ہوتی ہے۔ جزیہ اس تحفظ کی علامت ہوتا ہے۔
* برابر کی شرکت: جزیہ ان خدمات کا عوض ہے جن سے وہ شہری بھی مستفید ہوتے ہیں، جیسے عدالتی نظام، بازار، فلاحی خدمات، وغیرہ۔
* زکوٰۃ کا متبادل: چونکہ غیر مسلموں پر زکوٰۃ فرض نہیں، اس لیے جزیہ ان سے بطور ریاستی ٹیکس لیا جاتا ہے، جو نسبتاً آسان اور کم مقدار میں ہوتا ہے۔
* رواداری اور بقائے باہمی: جزیہ دراصل ایک معاہدہ امن ہے، جس کے ذریعے غیر مسلم نہ صرف محفوظ ہوتے ہیں بلکہ انہیں عبادت، مذہب، عبادت گاہ، اور ثقافت کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔

2.3 خلافتِ عثمانیہ میں جزیہ کا نظام

خلافتِ عثمانیہ میں جزیہ نہایت منظم، عدل پر مبنی اور تدریجی نظام کے طور پر رائج تھا۔ ملت سسٹم کے تحت غیر مسلموں (عیسائی، یہودی، آرمینی، وغیرہ) کو مکمل مذہبی و ثقافتی آزادی حاصل تھی، اور ان سے جزیہ عمر، مالی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق لیا جاتا تھا۔

2.4 جزیہ کی اقسام

* اعلیٰ درجہ (عاقل و صاحب حیثیت)
* درمیانی درجہ (معتدل آمدن والے)
* ادنیٰ درجہ (غریب افراد)

2.5 جزیہ سے مستثنیٰ افراد

* عورتیں

[8] At-Tawba, 9:29.

* نابالغ بچے
* بوڑھے و معذور افراد
* راہب و عبادت گزار
* غیر مسلم جو جنگ میں ریاست کا ساتھ دیں

عثمانی خلفاء نے جزیہ کو زبردستی یا ظلم کے طور پر نہیں، بلکہ معاہدے، رضامندی اور سہولت کے ساتھ وصول کیا۔ اس کا مقصد مذہب کی تبدیلی نہیں بلکہ نظمِ ریاست کا تحفظ تھا۔

> *"Ottoman tax registers show that the jizya was collected systematically, often less than the Muslim zakat, and exemptions were broad."*[9]

2.6 جزیہ اور عدلِ اسلامی

اسلامی قانون میں جزیہ کی ادائیگی کے بدلے غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں جو مسلمان شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں ان میں جان و مال کا تحفظ، مذہبی آزادی، عدالتی نظام سے استفادہ، تجارتی مواقع اور معاشرتی ہم آہنگی ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب اہلِ جرجان نے جزیہ ادا کیا، تو مسلمانوں نے ان کے دفاع کے لیے فوجی انتظامات کیے۔ جب کسی علاقے کو خالی کیا گیا تو ان کا جزیہ بھی واپس کیا گیا۔ یہ عدل و احسان کا وہ معیار ہے جس پر اسلام فخر کرتا ہے۔

2.7 جزیہ پر اعتراضات کا جواب

جدید مغربی نظریات بعض اوقات جزیہ کو ظلم قرار دیتے ہیں، مگر حقیقت میں جزیہ مذہبی جبر نہیں بلکہ معاہدہ امن ہے۔ زکوٰۃ کی طرح جزیہ بھی ریاستی ٹیکس ہے، فرق صرف یہ ہے کہ دونوں مختلف شہری طبقات سے تعلق رکھتے ہیں۔

> *Bernard Lewis writes: "The jizya was a tax paid by non-Muslims in return for protection and exemption from military service. It was often lighter than the taxes imposed by previous empires."*[10]

جزیہ کا نظام اسلامی شریعت کا ایک فلسفیانہ، معاشرتی اور سیاسی اصول ہے جو غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، مذہبی آزادی، اور تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ نے اسے نہایت شفاف اور منصفانہ انداز میں نافذ کیا، جس سے نہ صرف اقلیتوں کو تحفظ ملا بلکہ اسلامی ریاست کی بین المذاہب ہم آہنگی کا بھی عملی نمونہ سامنے آیا۔ جزیہ ظلم نہیں، بلکہ عدل، معاہدہ، اور شہری تحفظ کا نام ہے، جو اسلام کے اعلیٰ اقدار کی نمائندگی کرتا ہے۔

2.8 جزیہ اور دیگر معاشی ذمہ داریاں

اسلامی قانون کے مطابق، غیر مسلم بالغ مردوں (جو کہ ذمی کہلاتے ہیں) پر جزیہ عائد کیا جاتا تھا۔ یہ نہ تو سزا تھی اور نہ ہی امتیازی سلوک، بلکہ یہ ایک حفاظتی ٹیکس تھا جس کے عوض ان کی جان و مال اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی جاتی تھی، انہیں فوجی خدمات سے مستثنیٰ رکھا جاتا تھا اور انہیں اپنے مذہبی معاملات میں خود مختاری حاصل ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں میں ارشاد ہوتا ہے کہ **"حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور مغلوب ہو**

---

[9] Masters, Bruce. *Christians and Jews in the Ottoman Arab World: The Roots of Sectarianism*. Cambridge: Cambridge University Press, 1422 AH/2001.
[10] Lewis, Bernard. *The Emergence of Modern Turkey*. Oxford: Oxford University Press, 1423 AH/2002.

جائیں[11]" علماء اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں مغلوب ہونے کا مطلب ذلت نہیں بلکہ ریاستی نظم کے تابع ہونا اور سلامتی کا ضامن ہونا ہے۔

2.9 خلافتِ عثمانیہ میں جزیہ کا نفاذ

خلافتِ عثمانیہ ایک کثیر المذاہب اور کثیر الاقوام سلطنت تھی۔ اس میں جزیہ کو ملت سسٹم کے تحت لاگو کیا گیا۔ اس نظام کے تحت غیر مسلم اقلیتوں کو اپنی مذہبی، خاندانی اور تعلیمی امور خود چلانے کی آزادی حاصل تھی۔

2.10 جزیہ کی اہم خصوصیات

معتدل شرح: جزیہ کی مقدار افراد کی مالی حیثیت کے مطابق متعین کی جاتی تھی:

مالدار طبقہ: زیادہ مقدار

متوسط طبقہ: درمیانی مقدار

غریب طبقہ: اکثر معاف

مستثنیٰ طبقات: خواتین، بچے، بوڑھے، بیمار، معذور اور راہب حضرات جزیہ سے مستثنیٰ ہوتے تھے۔

آمدنی کا مصرف: یہ رقم غیر مسلم رعایا کی حفاظت، عوامی بہبود، اور امن وامان کے قیام پر خرچ کی جاتی تھی۔[12]

3. دیگر مالی ذمہ داریاں

جزیہ کے علاوہ غیر مسلم شہری بعض دیگر ٹیکس بھی ادا کرتے تھے جو مسلمانوں پر بھی لاگو ہوتے تھے:

خراج: زرعی زمین پر پیداوار کے لحاظ سے لیا جانے والا ٹیکس

محصولات: تجارتی لین دین پر گمرک ڈیوٹی گمروک

اجارہ داری اور کرایہ جات: بعض علاقوں میں غیر مسلم زمیندار یا کرایہ دار ہوتے تھے جو اپنے مالی واجبات ادا کرتے تھے

3۔ عدل وانصاف اور انتظامی امور

محصول کی وصولی: جزیہ اور دیگر ٹیکسوں کی وصولی کا عمل معتدل اور نگرانی میں ہوتا تھا، اکثر غیر مسلموں کو خود ہی محصولات جمع کرنے کا اختیار دیا جاتا تھا۔

قانونی تحفظ: غیر مسلم عدالتِ قاضی میں اپنی شکایات پیش کر سکتے تھے، اور تاریخی ریکارڈ گواہ ہیں کہ ان کی دادرسی کی جاتی تھی۔

وقف میں شمولیت: غیر مسلم افراد بھی اسلامی اوقاف سے استفادہ کرتے تھے، خاص طور پر صحت اور تعلیم کے شعبوں میں۔

سلطان سلیمان قانونی کے دور میں (16ویں صدی) جزیہ کے نظام میں اصلاحات کی گئیں تاکہ کرپشن کا خاتمہ ہو اور انصاف کو یقینی بنایا جائے۔ بلقان، اناطولیہ اور دیگر علاقوں کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مسلم رعایا کو عمومی طور پر انصاف اور سہولت فراہم کی جاتی تھی۔ انیسویں صدی میں، مغربی نظریات کے اثر اور تنظیمات اصلاحات (1839–1876) کے تحت:

* جزیہ کا نظام ختم کر کے تمام شہریوں پر برابر ٹیکس (Bedel-i Askeri) عائد کیا گیا۔

---

11 At-Tawba, 9:29.

12 Az-Zuḥaylī, Wahba. *Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhu*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1418 AH/1997, Vol. 4, 2505.

* مساوی شہریت اور قانونی برابری کو ریاستی پالیسی کا حصہ بنایا گیا۔

خلافتِ عثمانیہ میں غیر مسلموں پر عائد جزیہ اور دیگر مالی ذمہ داریاں اسلامی عدل، تحفظ اور رواداری کے اصولوں کے مطابق تھیں۔ جزیہ کوئی ظلم یا جبر نہیں بلکہ ایک معاہداتی تحفظ تھا جو پر امن بقائے باہمی کو ممکن بناتا تھا۔ عثمانیوں نے اس نظام کو انتہائی معتدل انداز میں نافذ کیا، جس کے باعث غیر مسلم رعایا نے بھی معاشرتی، اقتصادی اور مذہبی میدان میں ترقی کی۔[13] اسلامی شریعت کے مطابق غیر مسلموں پر جزیہ لاگو کیا جاتا تھا جو کہ ان کی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں لیا جاتا تھا۔ عثمانیوں نے اس اصول کو اپنایا مگر اکثر صورتوں میں اس کا نفاذ معتدل اور قابل برداشت انداز میں ہوتا تھا۔[14]

4. مذہبی آزادی اور عبادات:

عثمانی حکمرانوں نے غیر مسلموں کو اپنی عبادات، رسوم، اور مذہبی تعلیمات کی اجازت دی، بشرطیکہ وہ عوامی نظم کو متاثر نہ کریں۔ اکثر علاقوں میں چرچ اور کلیساؤں کی موجودگی اس امر کا ثبوت ہے کہ مذہبی آزادی ایک عملی حقیقت تھی۔[15]

5. اسلامی اصول کی بنیاد:

اسلامی شریعت میں مذہبی آزادی ایک بنیادی اصول ہے، جس کی بنیاد قرآن و سنت میں واضح طور پر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ[16] **"دین میں کوئی جبر نہیں۔"** یہی اصول خلافتِ عثمانیہ کے مذہبی نظم میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

6. خلافتِ عثمانیہ میں مذہبی اقلیتوں کا درجہ:

خلافتِ عثمانیہ میں یہودیوں، عیسائیوں، آرمینیائیوں، اور دیگر اقلیتوں کو **ذمی** کا درجہ حاصل تھا۔ انہیں جو مذہبی آزادی حاصل تھی اس میں عبادت گاہوں کا قیام اور تحفظ، مذہبی تہواروں کی آزادی، اپنے مذہبی رہنماؤں کے تحت عبادات اور نکاح و طلاق کے معاملات میں خود مختاری اور کسی دوسرے مذہب کو قبول نہ کرنے پر جبر نہیں کیا جاتا تھا[17]

7. عبادات کی آزادی

عثمانی حکمرانوں نے غیر مسلموں کو اپنی عبادات، رسوم، اور مذہبی تعلیمات کی اجازت دی، بشرطیکہ وہ عوامی نظم کو متاثر نہ کریں۔

عیسائی رعایا

* چرچ اور خانقاہیں قائم کرنے اور ان میں عبادت کی آزادی حاصل تھی
* مذہبی رسومات جیسے بپتسمہ، عیدِ میلاد، اور مذہبی جلوسوں کی اجازت تھی
* آرتھوڈوکس، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ گروہوں کو انفرادی حیثیت سے مذہبی شناخت دی گئی

---

[13] "Turkish Toleration." The American Forum for Global Education. Archived from the original on March 20, 2001. Accessed March 11, 2025.
[14] Inalcik, Halil. "The Status of the Greek Orthodox Patriarch under the Ottomans." *Turcica* 21–23 (1412 AH/1991): 407.
[15] Ḥamīdullāh, Dr. Muḥammad. *Musalmānōn kā Niẓām-e-Mamlakat*. Lahore: Shaykh Muḥammad Ashraf, 1398 AH/1977, 150–65.
[16] Al-Baqara, 2:256.
[17] Ibn al-Qayyim al-Jawziyya. *Aḥkām Ahl adh-Dhimma*. Vol. 1. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1418 AH/1997, 23–50.

یہودی رعایا

* سینیگاگ اور مدرسوں کے قیام کی اجازت تھی
* مذہبی قوانین کے مطابق شادی، طلاق، اور وراثت کے معاملات اپنے طور پر حل کیے جاتے
* یہودی مذہبی تہوار (جیسے یوم کپور، فسح، وغیرہ) منانے میں کوئی مداخلت نہیں ہوتی[18]

7.1 عبادت گاہوں کا تحفظ

خلافتِ عثمانیہ میں مذہبی مقامات کو نہ صرف برداشت کیا جاتا بلکہ انہیں قانونی تحفظ حاصل تھا:

* قدیم گرجا گھروں کو محفوظ رکھا گیا
* کسی مذہبی مقام کو نقصان پہنچانے والے افراد پر سخت قانونی کارروائی کی جاتی
* بعض اوقات عثمانی حکمران خود عبادت گاہوں کی مرمت یا تعمیرِ نو کے اخراجات برداشت کرتے

7.2 مذہبی تعلیمی آزادی

* ہر مذہبی ملت کو اپنے اسکول، مدرسے اور تربیتی ادارے قائم کرنے کی اجازت تھی
* نصاب میں مذہبی تعلیم، زبان، اور تاریخ شامل ہوتی تھی
* حکومت صرف اس امر کی پابند تھی کہ امن و امان قائم رہے

7.3اہم ادوار میں عملی صورتیں

سلطان محمد فاتح کا دور رواداری اور برداشت کا دور سمجھا جاتا ہے جس میں اس نے مفتوح بازنطینیوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جو قرون وسطی کے یورپیوں کے لیے حیران کن تھا۔ محمد ثانی کے دور میں حکومت میں سلطنت کے مسیحیوں اور یہودیوں کے ساتھ مثالی سلوک کیا جاتا تھا اور انہیں ہر قسم کی خود مختاری حاصل تھی۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد نے گریک آرتھوڈوکس چرچ کو بحال کیا اور **پاتریارک** کو اس کا مذہبی سربراہ تسلیم کیا۔ سلطان محمد فاتح نے خود کو قیصر روم قرار دیا اور اپنے آپ کو نو سو سال پرانے آرتھوڈوکس گرجا گھر کا محافظ قرار دیا۔ اس نے Gennadius Scholarius کو تحفظ فراہم کیا اور اسے تمام مشرقی آرتھوڈوکس گرجا کا سربراہ قرار دیا۔ اس کو جائداد اور ذاتی تمام حقوق فراہم کیے گئے یہاں تک کہ وہ ریاست میں سلطان کے بعد سب سے بڑا جاگیر دار بن گیا۔[19]

فتح قسطنطنیہ کے بعد جو یونانی باشندے شہر سے ڈر کے مارے بھاگ گئے تھے ان کو سلطان محمد فاتح نے شہر میں واپسی کی اجازت دے دی اور استنبول میں کئی مقامات اور محلے ان کے نام پہ تھے جن کو ترک مورخ اولیا چلبی نے بیان کیا ہے۔ جو عیسائی واپس نہ آئے ان کے گرجا گھر متروک قرار دے کر وقف میں یا مسجد میں تبدیل کر دیے گئے۔ واپس آنے والوں کو ان کی عبادت گاہیں بنانے کی مکمل اجازت دی گئی اور مکمل مذہبی آزادی دی۔[20] سلطان محمد خان فاتح نے 1463ء میں بوسنیا کی فتح کے بعد وہاں کے عیسائیوں کو آزادی سے سلطنت میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی، ان کی مذہبی عبادت گاہیں برقرار رکھیں اور ان کو تحفظ فراہم کیا۔[21] محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے بعد مقامی مسیحیوں کو شہر میں رہنے کی

---

[18] Goffman, Daniel. *The Ottoman Empire and Early Modern Europe*. Cambridge: Cambridge University Press, 1423 AH/2002, 112.

[19] “Gennadios II Scholarios | Patriarch of Constantinople.” *Encyclopedia Britannica*. Accessed April 9, 2025.

[20] Inalcik, Halil. “The Policy of Mehmed II toward the Greek Population of Istanbul and the Byzantine Buildings of the City.” *Dumbarton Oaks Papers* 23 (1390 AH/1969): 229–49, 236.

اجازت دی اور ان کے چند گرجوں کو بھی بحال رکھا۔ 1492ء میں سقوط غرناطہ کے بعد اسپین سے نکالے گئے مسلمانوں کو بخیریت مسلم سرزمین پر پہنچانے کی جو عظیم مہم بایزید ثانی کی طرف سے چلائی گئی اس میں کئی یہودیوں کو بھی مسیحیوں کے مظالم سے بچا کر ترک سرزمین پر لایا گیا اور انہیں سلطنت عثمانیہ میں آزادی کے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔

سلیمان اول کے سامنے رہوڈس کے حاکم نے ہتھیار ڈال دیے۔ سلیمان نے جزیرے والوں کو 12 دن کی مہلت دی اور اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے ہوئے انہیں اجازت دی کہ وہ اپنا سامان اور اسلحہ لے جاسکتے ہیں اور ضرورت پڑے تو عثمانی جہازوں کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ رہوڈس کے مسیحی باشندے یہاں سے نکل کر جزیرہ کریٹ چلے گئے۔

سلطان بایزید ثانی نے اسپین سے نکالے گئے یہودیوں کو خلافتِ عثمانیہ میں پناہ دی اور انہیں عبادات، کاروبار اور تعلیم کی مکمل آزادی دی۔ چھ سو سال تک قائم سلطنتِ عثمانیہ میں کبھی بھی خانہ جنگی نہیں ہوئی تھی اور یورپی سلطنتوں کی طرح کبھی بھی دینی اور مذہبی جھڑپیں منظر عام پر نہیں آئی تھیں۔ عثمانیوں نے دیگر مذاہب اور ثقافتوں کے ساتھ ہمیشہ رواداری کا مظاہرہ کیا تھا، دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں انہوں نے اہلِ کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری کا معاملہ کرتے ہوئے انہیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ 1492ء میں اسپین سے ملک بدر کئے جانے والے یہودیوں نے سلطنتِ عثمانیہ میں پناہ لیتے ہوئے پوری زندگی امن و امان کے ساتھ گزاری تھی، یہودیوں، عیسائیوں اور آرمینیوں کو سلطنتِ عثمانیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا تھا اور اس طرح وہ اپنی خدمت کے ساتھ ساتھ سلطنتِ عثمانیہ کے فروغ میں بھی مددگار ثابت ہوئے تھے۔[22]

اسپین سے نکالے گئے مسلم اور یہودیوں نے امن کے ساتھ سلطنت عثمانیہ میں قیام کیا اور انہوں نے سلطنت عثمانیہ کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ سلطنت عثمانیہ میں پہلا پینٹنگ پریس 1493ء میں یہودیوں نے قائم کیا۔ یورپی عیسائیوں کے ظلم سے بھاگے ہوئے سلطنت عثمانیہ کے زیر سایہ یہودیوں نے ثقافتی ترقی کی اور اس دوران ان میں موردیکائی کمٹینو جیسے ماہر فلکیات اور سائنسدان، سلیمان بن علیجہ جیسے شاعر اور دیگر کئی اہم شخصیات پیدا ہوئیں۔[23] سلطنت عثمانیہ میں عیسائیوں کے لیے مفت رہائشی سکول یعنی مکتب میسر تھے جس میں سالانہ آٹھ سے بیس سال کے تین ہزار طلباء کو داخلہ دیا جاتا تھا جن کا تعلق بلقان ریاستوں سے ہوتا تھا۔[24] استنبول اور ازمیر جیسے شہروں میں یہودی اور عیسائی عبادت گاہیں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ موجود تھیں۔[25]

---

21 Ihsanoğlu, Ekmeleddin. "A Culture of Peaceful Coexistence: The Ottoman Turkish Example." *Light Millennium*. Accessed May 17, 2025.

22 'Abd ar-Raḥmān, Sayyid Ṣabāḥ ad-Dīn. *Islām mein Mazhabī Rawādārī*. Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn, Shibli Academy, 1430 AH/2009, 192–200.

23 Singer, Isidore, and Cyrus Adler, eds. *The Jewish Encyclopedia: A Descriptive Record of the History, Religion, Literature, and Customs of the Jewish People from the Earliest Times to the Present Day*. Vol. 2. New York: Funk and Wagnalls, 1332 AH/1912, 460.

24 "The Ottoman Palace School Enderun and the Man with Multiple Talents, Matrakçı Nasuh." *Journal of the Korea Society of Mathematical Education, Series D: Research in Mathematical Education* 14, no. 1 (March 1431 AH/2010): 19–31.

25 Braude, Benjamin, and Bernard Lewis, eds. *Christians and Jews in the Ottoman Empire*. Vol. 1. New York: Holmes & Meier, 1403 AH/1982, 35.

سلطان عبد الحمید دوم کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ میں جابجا بغاوتیں ہوئیں اور سلطنت کے زیر قبضہ علاقوں نے عالمی طاقتوں اور قوم پرستوں کے ایماپہ الگ ہونے کی جدوجہد شروع کر دی۔ بلقان اور آرمینیا کے علاقے میں مسلم عیسائی جنگوں میں طرفین کے کئی افراد مارے گئے لیکن یہ الزام غلط ہے کہ اس میں عام مسلم اور غیر مسلم افراد مارے گئے۔[26]

کچھ یورپی مورخین یہ الزام لگاتے ہیں کہ سلطنت عثمانیہ میں غیر مسلم اقلیتوں کو بلقان اور دیگر صرف محدود مذہبی آزادی تھی لیکن ان کے لیے گھوڑے کی پشت پہ سوار ہونا یا ہتھیار رکھنا یا حکومت میں شامل ہونا ممنوع تھا اور اس وجہ سے کئی غیر مسلم مسلمان ہوگئے اور کچھ اس وجہ سے مسلم دشمن بن گئے لیکن اس بات کو خود دیگر یورپی مورخین جیسا کہ کیرن بارکی اور جارج گیرویلس نے تسلیم کیا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں ہر نسل اور مذہبی اقلیت کو برداشت کیا جاتا تھا اور انہیں ایک ملت کے دائرے میں شمار کیا گیا تھا۔[27]

سلطنت عثمانیہ پہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بلقان اور دیگر علاقوں میں عیسائیوں کو حکومت اور دیگر ملازمتوں میں حصہ نہیں ملتا تھا جس بات نے مسلم عیسائی دشمنی کو فروغ دیا۔ یہ بات مکمل طور پہ جھوٹ ہے۔ سلطنت کے ہر خطے میں آرمینیائی، یونانی، یہودی اپنے دیہات یا علاقے کا انتظام خود سنبھالتے تھے، اپنی زبان بولتے، اپنے سکول یعنی مکتب اور ثقافتی اور مذہبی ادارے چلاتے۔ سلطنت سے باہر ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مرکزی قوت انہیں تحفظ دیتی تھی اور نسلی تنازعے روکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں سلطنت کی چھ سو تئیس سالہ تاریخ میں مذہبی و نسلی امتیاز اور تنازعے بہت ہی کم ملتے ہیں لیکن ان نسلوں نے سلطنت سے بہت کم وفاداری ظاہر کی اور نمک حرامی کا مظاہرہ کیا اور ان نسلوں میں ابھرتے قوم پرستی کے جذبات نے سلطنت کو تباہ وبرباد کر دیا۔[28]

سلطنت عثمانیہ میں غلام رکھے جاتے تھے کیونکہ اس زمانے میں دنیا میں غلاموں کی تجارت ختم نہیں ہوئی تھی لیکن ان غلاموں کو دنیا کے کسی بھی علاقے سے زیادہ حقوق سلطنت عثمانیہ میں حاصل تھے۔ یہ غلام گھریلو کام کاج کے لیے رکھے جاتے نہ کہ یورپ اور نئے دریافت شدہ امریکہ کی طرح زرعی اور نسل در نسل غلامی کے لیے اور یورپ اور امریکہ کے برعکس ان غلاموں کی نسل در نسل غلامی اور ان کی جانوروں کی طرح خرید و فروخت ممنوع تھی اور ان کو ان کے بنیادی حقوق اور استحصال کے خلاف تحفظ فراہم تھا۔[29]

سلطنت غیر مسلم افراد کے ذاتی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی اور ان کے فیصلے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ہوتے تھے۔ **1835ء کے نظام شریف** میں غیر مسلم اقلیتوں کو مزید حقوق فراہم کیے گئے۔[30]

صدر اعظم کے عہدے پر کئی نام ایسے شامل ہیں جن کی خدمات عثمانی نظام کے لیے ناقابل فراموش ہیں جن میں کوپریلی خاندان قابل ذکر ہے۔ یہ عہدہ 1368ء سے 1922ء تک یعنی 554 سالوں تک یہ عہدہ سلطنت عثمانیہ میں موجود رہا جس میں 211 (یا 215) صدر اعظم ہوئے جن کی اکثریت غیر ترک تھی اور ان میں عرب، البانوی، روسی، چرکسی، یونانی، ارمنی اور سلافی قوموں کے افراد شامل تھے تاہم کبھی کسی غیر مسلم کو

---

[26] Panossian, Razmik. *The Armenians: From Kings and Priests to Merchants and Commissars*. New York: Columbia University Press, 1434 AH/2013, 165.

[27] Barkey, Karen, and George Gavrilis. "The Ottoman Millet System: Non-Territorial Autonomy and Its Contemporary Legacy." *Ethnopolitics* 15, no. 1 (1437 AH/2016): 24–42.

[28] Quataert, Donald. *Social Disintegration and Popular Resistance in the Ottoman Empire 1881–1908*. n.p.: n.p., 1404 AH/1983.

[29] Inalcik, Halil. "Servile Labor in the Ottoman Empire." Michigan State University. Archived from the original on September 11, 2009. Accessed April 26, 2025.

[30] Fodor, Pál. "Introduction." In *Ransom Slavery along the Ottoman Borders*, edited by Géza Dávid and Pál Fodor, xii–xvii. Leiden: Brill, 1428 AH/2007.

صدر اعظم نہیں بنایا گیا۔ صدر اعظم کا تقرر خود سلطان کرتا تھا۔[31] عثمانی سلطنت کا سرکاری مذہب اسلام تھا لیکن غیر مسلموں خصوصاً اہل کتاب (مسیحیوں اور یہودیوں) سے ان کا اعلیٰ رویہ مسلمانوں کی وسیع القلبی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

7.4 تدریجی تبدیلیاں اور اصلاحات

انیسویں صدی میں یورپی طاقتوں کے دباؤ اور تنظیمات (Tanzimat) اصلاحات کے نتیجے میں مذہبی آزادیوں کو قانونی شکل دی گئی:

* 1856ء کے ہمایونی فرمان (***Hatt-i Hümayun***) میں تمام شہریوں کو مساوی مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا
* عدالتوں میں غیر مسلموں کو بھی گواہی کا حق دیا گیا

خلافتِ عثمانیہ کی مذہبی پالیسی اسلامی اصولوں پر مبنی تھی جس میں رواداری، مساوات، اور امن کو مقدم رکھا گیا۔ غیر مسلم رعایا کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، اور وہ اپنی عبادات، تہواروں، اور تعلیم کے معاملات میں خود مختار تھے۔ یہ نظام نہ صرف اسلامی روایات کے مطابق تھا بلکہ ایک متوازن اور پرامن معاشرہ قائم رکھنے کا ذریعہ بھی بنا۔[32]

7.5 عدالتی اور سماجی تحفظ

اگرچہ اسلامی عدالتیں مسلمانوں کے لیے مخصوص تھیں، غیر مسلم رعایا کو اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ، اگر وہ چاہتے تو اسلامی عدالتوں سے بھی انصاف لے سکتے تھے۔[33]

عدالتی تحفظ (Judicial Protection)

خلافتِ عثمانیہ میں عدالتی نظام اسلامی فقہ پر مبنی تھا، تاہم چونکہ ریاست میں مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد موجود تھے، اس لیے ان کے لیے مخصوص عدالتی سہولیات بھی فراہم کی گئیں۔[34]

مذہبی عدالتوں کی اجازت

* غیر مسلم رعایا (مثلاً عیسائی، یہودی) کو اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیملی لا، شادی و طلاق، وراثت، اور دیگر سماجی معاملات میں فیصلے کرنے کی مکمل اجازت تھی۔
* ہر ملت (یونانی آرتھوڈوکس، آرمینیائی، یہودی وغیرہ) کے پاس اپنے مذہبی رہنما اور عدالتیں موجود تھیں، جو داخلی معاملات طے کرتی تھیں۔[35]

---

31 Somel, Selçuk Akşin. "Review of *Ottoman Nizamiye Courts: Law and Modernity*." [PDF, incomplete citation; no publisher or publication details provided].
32 Mawdūdī, Sayyid Abū al-A'lā. *Islāmī Riyāsat mein Ghayr Muslimōn ke Ḥuqūq*. Lahore: Islamic Publications, 1411 AH/1990, 45–70.
33 Ibn al-Qayyim al-Jawziyya, *Aḥkām Ahl adh-Dhimma*, 1: 65.
34 Goffman, Daniel. *The Ottoman Empire and Early Modern Europe*. Cambridge: Cambridge University Press, 1423 AH/2002, 130.
35 Gündüz, Şinasi. *Change and Essence: Dialectical Relations Between Change and Continuity in the Turkish Intellectual Traditions*. Cultural Heritage and Contemporary Change, Series IIA, Islam, vol. 18. n.p.: n.p., n.d., 104–05.

اسلامی عدالت سے رجوع کا حق

* غیر مسلم اگر چاہتے تو اسلامی عدالت **قاضی کی عدالت** سے بھی رجوع کر سکتے تھے، خاص طور پر جب معاملہ کسی مسلمان سے متعلق ہوتا یا جب انہیں اسلامی عدلیہ سے زیادہ انصاف کی امید ہوتی۔
* اسلامی عدالتیں غیر مسلموں کی گواہی کو بھی بعض مخصوص معاملات میں قبول کرتی تھیں، خاص طور پر جب دونوں فریق غیر مسلم ہوں۔

عدالتی ریکارڈ کی شفافیت

* خلافتِ عثمانیہ میں عدالتوں کا ریکارڈ بڑی باقاعدگی سے محفوظ کیا جاتا تھا، جس میں غیر مسلموں کے معاملات بھی شامل ہوتے تھے۔
* عدالت کے فیصلے تحریری صورت میں جاری کیے جاتے، جو فریقین کے درمیان دلیل کے طور پر استعمال کیے جا سکتے تھے۔[36]

سماجی تحفظ (Social Protection)

خلافتِ عثمانیہ کا معاشرہ اسلامی شریعت کے اصولوں پر قائم تھا، جس میں اقلیتوں کو نہ صرف بقائے باہمی کا حق دیا گیا بلکہ ان کی عزت، جان و مال، اور مذہب کا تحفظ بھی ریاست کی ذمہ داری تھا۔

جان و مال کا تحفظ

* غیر مسلم رعایا کو مسلمانوں کی طرح جان، مال اور عزت کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی۔
* اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے ساتھ زیادتی کرتا تو اس پر شرعی سزا لاگو ہوتی، جیسا کہ قاضی کی عدالت میں فیصلے موجود ہیں۔

عوامی خدمات میں شراکت

* غیر مسلم اقلیتوں کو صحت، تعلیم، تجارت، اور دیگر شہری سہولیات میں برابری کا درجہ حاصل تھا۔
* ان کے لیے وقف شدہ تعلیمی و فلاحی ادارے قائم کرنے کی اجازت بھی حاصل تھی۔

معاشرتی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری

* ملت سسٹم کے ذریعے ہر قوم و ملت کو اپنی معاشرتی شناخت قائم رکھنے کا حق دیا گیا۔
* مختلف اقوام و مذاہب کے درمیان مذہبی رواداری اور سماجی ہم آہنگی خلافتِ عثمانیہ کا امتیازی وصف تھی۔

خلافتِ عثمانیہ میں غیر مسلم رعایا کو عدالتی اور سماجی سطح پر جو تحفظ حاصل تھا، وہ اسلامی تعلیمات اور بین المذاہب رواداری کی روشن مثال ہے۔ انہیں مذہبی عدالتوں کے قیام کی اجازت، اسلامی عدالت سے رجوع کا اختیار، جان و مال کی حفاظت، اور معاشرتی آزادی میسر تھی۔ اس نظام نے مختلف قوموں کو ایک مضبوط اور پرامن ریاست میں یکجا رکھا، جو کہ اسلامی عدل اور حکمت کا مظہر تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ[37]

[36] Ḥamīdullāh, *Musalmānōn kā Niẓām-e-Mamlakat*, 160.
[37] Al-Mā'ida, 5:8.

اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہنے والے اور گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

7.6 غیر مسلم اقلیتوں کی شکایات اور چیلنجز

اگرچہ عثمانی سلطنت میں غیر مسلموں کو بڑی حد تک مذہبی اور سماجی آزادی حاصل تھی، لیکن بعض اوقات بدعنوانی، مقامی حکام کی زیادتیاں، یا عوامی تعصبات کی وجہ سے غیر مسلم اقلیتوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خاص طور پر دورِ زوال میں جب ریاستی کنٹرول کمزور ہوا، کچھ علاقوں میں بین المذہب کشیدگی بھی دیکھی گئی۔ اس کے باوجود، سلطنت کی مرکزی قیادت کی کوشش یہی رہی کہ انصاف قائم رکھا جائے اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔ اگرچہ خلافتِ عثمانیہ نے غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی آزادی، عدالتی تحفظ، اور سماجی ہم آہنگی کے اصولوں پر مبنی ایک وسیع دائرۂ تحفظ فراہم کیا، تاہم مختلف ادوار میں اور مختلف علاقوں میں ان اقلیتوں کو کچھ مشکلات اور چیلنجز کا سامنا بھی رہا۔

7.7 مقامی سطح پر بدعنوانی اور تعصب

سلطنت کے دورِ وسطیٰ اور خاص طور پر دورِ زوال میں بعض مقامی حکام اور جاگیرداروں کی طرف سے غیر مسلم رعایا کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک، زیادتیوں اور بدعنوانیوں کی شکایات ملتی ہیں:

* ٹیکس وصولی میں زیادتیاں: بعض مقامی کارندے جزیہ یا دیگر محصولات کی وصولی میں غریب غیر مسلم شہریوں پر غیر قانونی بوجھ ڈالتے۔
* عدالتی تعصب: قاضی اگرچہ انصاف کے پابند تھے، مگر بعض علاقوں میں شخصی یا فرقہ وارانہ تعصب کی بنیاد پر اقلیتوں کو انصاف تک رسائی میں رکاوٹ پیش آتی۔[38]

7.8 عوامی تعصبات اور کشیدگیاں

کچھ دیہی یا نیم شہری علاقوں میں مسلم اکثریتی آبادی اور غیر مسلم اقلیتوں کے درمیان مذہبی یا معاشرتی بنیادوں پر کشیدگی پیدا ہوتی:

* مذہبی تہواروں یا جلوسوں پر حملے
* افواہوں یا جھوٹی رپورٹوں کی بنیاد پر فسادات
* مذہبی علامتوں یا عبادت گاہوں کی بے حرمتی کے واقعات

یہ سب واقعات عموماً مقامی سطح پر ہوتے تھے اور اکثر محدود پیمانے پر ہی رہتے۔

7.9 ملت سسٹم کا زوال، ریاستی کمزوری اور یورپی مداخلت

انیسویں صدی میں خلافتِ عثمانیہ کی مرکزی حکومت کمزور پڑنے لگی، اور یورپی طاقتوں نے مذہبی اقلیتوں کے "تحفظ" کے نام پر سیاسی مداخلت شروع کر دی:

* فرانس، روس، اور برطانیہ نے مخصوص عیسائی فرقوں (مثلاً آرمینیائی، یونانی آرتھوڈوکس) کے معاملات میں مداخلت کو خارجہ پالیسی کا حصہ بنا لیا۔

---

[38] Davison, Roderic H. *Reform in the Ottoman Empire, 1856–1876*. Princeton, NJ: Princeton University Press, 1383 AH/1963, 50.

* اس مداخلت سے مقامی کشیدگی بڑھ گئی اور بعض اوقات اقلیتوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔[39]
* انیسویں صدی میں جب یورپی قوم پرستی کا اثر بڑھا، تو ملتیں مذہبی شناخت کے بجائے قومیت کے تصور پر زور دینے لگیں۔ اسی دوران یورپی طاقتوں نے خلافتِ عثمانیہ پر دباؤ ڈالا کہ اقلیتوں کو مزید سیاسی حقوق دیے جائیں۔ اس سے ملت سسٹم کی مرکزی ساخت کمزور ہونے لگی، اور بلقان کی جنگوں، آرمینی بغاوتوں اور بالآخر خلافت کے خاتمے کے ساتھ ملت سسٹم بھی ختم ہو گیا۔[40]

7.10 آرمینیائی مسئلہ اور قوم پرستی کی لہر

بیسویں صدی کے آغاز میں سلطنت کے **اندر** قوم پرستی کا رجحان بڑھنے لگا۔ آرمینیائی اور کرد علاقوں میں علیحدگی پسند تحریکیں اور یورپی طاقتوں کی حمایت یافتہ باغی سرگرمیاں پیدا ہوئیں، جس سے:

* مسلمانوں اور آرمینیائی اقلیت کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہوا
* کچھ علاقوں میں بدامنی اور نسلی فسادات پھوٹ پڑے
* یہ واقعات سلطنت کے زوال کو مزید تیز کرنے کا سبب بنے

7.11 ریاست کا کردار اور اصلاحی کوششیں

ان تمام مشکلات کے باوجود، عثمانی ریاست کی مرکزی قیادت نے ہمیشہ اس امر کی کوشش کی کہ انصاف قائم رہے، ملتوں کو تحفظ فراہم کیا جائے اور مذہبی آزادی کو برقرار رکھا جائے۔

7.12 تنظیمات اصلاحات(Tanzimat Reforms 1839–1876) کے تحت غیر مسلموں کو مساوی شہری حقوق دینے کی کوشش کی گئی، جیسے کہ:

* فوجی خدمات سے استثنا کے بدلے متبادل ٹیکس
* سرکاری ملازمتوں میں شمولیت کی اجازت
* عدالتوں میں گواہی کا مساوی حق[41]

نتائج: خلافتِ عثمانیہ کی تاریخ جہاں اقلیتوں کے لیے مذہبی و سماجی آزادی، رواداری اور اعلیٰ اخلاق کی ایک روشن مثال ہے، وہیں بعض علاقوں اور ادوار میں پیش آنے والے چیلنجز بھی تاریخی حقیقت کا حصہ ہیں۔ ان مسائل کی بنیادی وجوہات میں مقامی بدعنوانی، بیرونی مداخلت، اور سماجی ناہمواری شامل تھیں۔ تاہم، عثمانی قیادت کی مجموعی پالیسی انصاف، برداشت اور ہم آہنگی پر مبنی رہی۔ اور یہ خلافت نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر اقوام کے لئے بھی قابلِ تقلید ہے خاص طور پر جن موجودہ ریاستوں میں کثیر المذاہب اقوام آباد ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[39] Shaw, Stanford J. *History of the Ottoman Empire and Modern Turkey*. Vol. 1. Cambridge: Cambridge University Press, 1398 AH/1976, 300.
[40] Barkey, Karen. *Empire of Difference: The Ottomans in Comparative Perspective*. Cambridge: Cambridge University Press, 1429 AH/2008, 85.
[41] Braude, Benjamin, and Bernard Lewis, eds. *Christians and Jews in the Ottoman Empire*. Vol. 1. New York: Holmes & Meier, 1403 AH/1982, 120.

Bibliography / کتابیات

- Shaw, Stanford J. *History of the Ottoman Empire and Modern Turkey*. Vol. 1. Cambridge: Cambridge University Press, 1398 AH/1976.
- Ágoston, Gábor, and Bruce Masters. *Encyclopedia of the Ottoman Empire*. New York: Facts On File, 1430 AH/2009.
- Benton, Lauren. *Law and Colonial Cultures: Legal Regimes in World History, 1400–1900*. Cambridge: Cambridge University Press, 1422 AH/2001.
- Masters, Bruce. *Christians and Jews in the Ottoman Arab World: The Roots of Sectarianism*. Cambridge: Cambridge University Press, 1422 AH/2001.
- Lewis, Bernard. *The Emergence of Modern Turkey*. Oxford: Oxford University Press, 1423 AH/2002.
- Goffman, Daniel. *The Ottoman Empire and Early Modern Europe*. Cambridge: Cambridge University Press, 1423 AH/2002.
- ‘Abd ar-Raḥmān, Sayyid Ṣabāḥ ad-Dīn. *Islām mein Mazhabī Rawādārī*. Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn, Shibli Academy, 1430 AH/2009.
- Braude, Benjamin, and Bernard Lewis, eds. *Christians and Jews in the Ottoman Empire*. Vol. 1. New York: Holmes & Meier, 1403 AH/1982.
- Panossian, Razmik. *The Armenians: From Kings and Priests to Merchants and Commissars*. New York: Columbia University Press, 1434 AH/2013.
- Barkey, Karen. *Empire of Difference: The Ottomans in Comparative Perspective*. Cambridge: Cambridge University Press, 1429 AH/2008.